OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 5, Issue 3 (July-September 2022)

اردو ناولٹ میں اخلاقی و معاشرتی مسائل کی عکاسی

Reflection of Moral and Social problems in Urdu Novelt

Muhammad Naeem Babar

Doctoral Candidate, Adbiat-e-Urdu, Qurtuba University of Science & Information Technology D.I Khan

Dr. Iftikhar Baig

Professor, Qurtuba University of Science & Information Technology D.I Khan

Ali Raza Yousaf

Ph. D Research scholar, Department of Islamic Thought and Culture, NUML, Islamabad

Abstract

Urdu novelettes have played a crucial role in addressing moral and social issues in the sub-continent, particularly the challenges faced by the weak and middle class. These literary works have highlighted the unjust division of wealth and the dominance of certain sections of society, leading to economic, moral, and social crises. They have shed light on social evils, such as corruption and gender inequality, and have offered solutions and alternative values. Through compelling narratives, Urdu novelettes have created awareness, stimulated discussions, and advocated for positive change in society.

Key Word: Moral and Social issue. Economy Crises. Feudalism System. Poverty, hunger

تمہید

جنگِ آزادی (1857) کے بعد برِ صغیر کی تہذیبی زندگی ہر سطح پر اور ہر لحاظ سے متاثر ہوئی۔ نو آمدہ حکمرانوں کے ساتھ وارد ہونے والے سماجی تہذیبی اطوار ایک سطح پر مثالی انداز و اطوار کی صورت اختیار کرنے لگے، نتیجتاً زندگی کے تمام شعبہ

CC BY

ادب، آرٹ، مذہب اور سائنس میں خاطر خواہ تبدیلیاں رونما ہوئیں۔اظہار کے پیرائے تبدیل ہوئے اور پہلی مرتبہ نثری اصناف کی وہ صورتیں جو عربی فارسی کی اصناف سے مختلف تھیں، اردو میں متعارف ہوئیں: ناول، ناولٹ اور افسانہ۔ان اصناف کا بنیادی منتہا معاشرتی اور تہذیبی رویوں کی تطہیر ٹھہرا۔اردو ناولٹ کے تخلیق کاروں نے بھی اسی نکتۂ نظر کو ملحوظ رکھتے ہوئے ناولٹ کی تخلیق اور ترویج کے حوالے سے اہم کردار ادا کیا۔سو اس دور سے لے کر آج تک اردو ناولٹ میں معاشرتی اور تہذیبی حالات کی عکاسی واضح طور پر نظر آتی ہے۔اردو ناولٹ نگاروں نے اپنے نظریے کے ساتھ ساتھ انسان دوستی، عقیدے اور وطن سے محبت کو فوقیت دی۔سماج میں مروج کچھ منفی اقدار کے حوالے سے حقیقت نگاری کا رویہ رکھا گیا، تو قاری کے سامنے رائج اقدار کا بوداپن واضح ہوا۔اور اس کے من میں نئی سماجیات کی تفہیم کا شعور اجاگر ہونے لگا۔اس لحاظ سے تخلیق کاروں نے معاشرے میں نئی اخلاقی اور ثقافتی اقدار کی ترویج کے لیے مثبت اور کردار ادا کیا۔معاصر معاشرتی مسائل اور تقاضوں کی حقیقی منظر کشی نے فرسودہ رسومات اور توہمات کی نفی کر کے نیا احساس اجاگر کرنے کی کوشش کی۔کہہ لیجیے کہ یہ تخلیق کار ایک مصلح کی حیثیت سے اخلاقی اور معاشرتی اقدار کی ترویج کے لیے کوشاں رہے۔

ناولٹ ایک روایتی انداز کی کہانی ہے جس میں کسی مخصوص وقت اور جگہ کے تعین کے ساتھ مفروضہ واقعات کے ساتھ پلاٹ کی بنت ہوتی ہے۔واقعات اور واقعات کا تسلسل سماجی حقیقتوں کے بہت قریب ہوتا ہے مگر یہ حقیقی واقعات کا بیانیہ نہیں ہوتا۔ناولٹ نہ تاریخ ہے، نہ آپ بیتی، لیکن اس کے دامن میں زندگی کے کئی رنگ سمو دیئے جاتے ہیں۔کسی بھی زبان کے ادب میں ناولٹ کی رائج تعریفیں ادھوری اور نامکمل ہیں۔یہ طویل افسانہ نہیں ہے، اور نہ ہی یہ ناول ہے۔نہ تو یہ بالکل اکہری سطح پر زندگی کے کسی ایک محدود ترین واقعے پر مشتمل کہانی ہے اور نہ ہی یہ ناول کی طرح ہزاروں صفحات پر محیط ہوتا ہے۔سو اس کی ایک الگ ہی پہچان ہے۔

ناولٹ ایک روایتی انداز کی کہانی ہے جس میں کسی مخصوص وقت اور جگہ کے تعین کے ساتھ مفروضہ واقعات کے ساتھ پلاٹ کی بنت ہوتی ہے۔واقعات اور واقعات کا تسلسل سماجی حقیقتوں کے بہت قریب ہوتا ہے مگر یہ حقیقی واقعات کا بیانیہ نہیں ہوتا۔ناولٹ نہ تاریخ ہے، نہ آپ بیتی، لیکن اس کے دامن میں زندگی کے کئی رنگ سمو دیئے جاتے ہیں۔کسی بھی زبان کے ادب میں ناولٹ کی رائج تعریفیں ادھوری اور نامکمل ہیں۔یہ طویل افسانہ نہیں ہے، اور نہ ہی یہ ناول ہے۔نہ تو یہ بالکل اکہری سطح پر زندگی کے کسی ایک محدود ترین واقعے پر مشتمل کہانی ہے اور نہ ہی یہ ناول کی طرح ہزاروں صفحات پر محیط ہوتا ہے۔سو اس کی ایک الگ ہی پہچان ہے۔

امریکی ادب میں ناولٹ کو بھی صنفِ ادب میں اس کی بنت، ہیئت اور قواعد و ضوابط کی پاسداری ہی سے ایک اہم ادبی صنف کا درجہ دیا گیا۔جبکہ اطالوی اور جرمنی ادب میں بھی اسے باضابطہ تعریف کے زمرے کی بجائے Novella کے نام پر ہی واضح کیا گیا۔جس کے مطابق اس کی تعریف کچھ یوں درج ہے:

> "ناویلا ایک جرمن اصطلاح ہے جو مختصر ناول کے لیے استعمال کی گئی ہے۔ Novellike بذاتِ خود اس کی پابند ہے کہ اس میں ایک منفرد و واحد واقعہ کا ذکر ہو، جو کسی ایک کردار یا اجتماعی طور پر کرداروں پر اس واقعہ کا اثر ڈال سکے۔"[1]

پروفیسر انور جمال فرماتے ہیں کہ اردو ناولٹ نگاری میں بھی بہت تجربے ہوئے لیکن حقیقت میں جو کمال ناولٹ کو انگریزی مصنفین نے بخشا وہ قابلِ تحسین ہے۔ڈاکٹر وزیر آغا نے تھامس اول کے ناولٹ پر بحث کے دوران اشکالی وضاحت کے تجزیے کے بعد لکھا ہے کہ:"

"ہم زیادہ سے زیادہ اس ناولٹ کو ایک مختصر ناول کا ہی نام دے سکتے ہیں۔"[2]

اگر اس تناظر میں آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں درج ناولٹ کی تعریف دیکھی جائے تو اس کا انداز کچھ یوں ہے:

"ناولٹ کی اصطلاح قدیم و جدید دونوں ہی زمانہ میں اکثر ایک مختصر رومانی وجذباتی ناول کے لیے استعمال ہوئی ہے، جو ادبی لحاظ سے کم حیثیت رکھتی ہے۔[3]

جنگِ آزادی1857ء کی ناکامی سے لے کر1936ءتک کے ہندوستان کے مسائل اور سیاسی، سماجی اور معاشی و تعلیمی حالات کا جائزہ لینے پر اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ اس دور تک زندگی اور معاشرے کے جو اہم مسائل رونما ہوئے، ان کا حل تلاش کرنے میں ناولٹ نگاروں نے بھرپور حصہ لیا۔ ڈپٹی نذیر احمد سے پریم چند تک تقریباً سبھی فنکار، اپنے مخصوص نقطۂ نظر اور خاص مقصد کے تحت کسی نہ کسی تحریک سے وابستہ رہے ۔ سماج میں بڑھتی ہوئی خرابیوں بالخصوص فرسودہ روایات و اقدار کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ انھوں نے ان تمام مسائل کو پیش کرنے کا وسیلہ ناولٹ کو بنایا جس کے نتیجے میں 1936ءتک ناولٹ کے ابتدائی دور میں زیادہ تر اصلاحی اور اخلاقی جذبات کی کارفرمائی رہی۔

انجمن ترقی پسند مصنفین کا آغاز ہوا تو ادب برائے زندگی کا اصول ادیب کے لیے لازم قرار دیا گیا۔ اس اصول کو کسی نے مانا یا نہ مانا مگر ادبی تخلیقات کی اساسی بحثوں اور ادب کے مدعا کے حوالے سے اس اصول کو نظر انداز کرنا ممکن نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ناولٹ میں بھی اس اصول کی کارفرمائی بہت واضح نظر آتی ہے۔ ترقی پسند تحریک کے زیرِ اثر لکھنے والے ناولٹ نگاروں نے اس صنف کو آگے بڑھانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ان ادیبوں نے نیا پیرایۂ اظہار اپنایا اور زندگی کے معاملات و مسائل کو نئے تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی۔ جن ادبا نے جدید موضوعات کو اپنے پیرایۂ اظہار میں سمویا، ان میں پہلا نام سجاد ظہیر کا ہے۔ ان کے بعد کرشن چندر، عصمت چغتائی، رتن ناتھ اشک، اشفاق احمد، قدرت اللہ شہاب وغیرہ کے نام شامل ہیں۔ جنھوں نے زندگی یا سماج کے کسی ایک مسئلہ کو مرکزی نقطہ بنا کر یا اس کے مخصوص پہلوؤں کو اپنے ناولٹوں کا موضوع بنایا۔ کچھ ایسے قلم کاروں نے بھی اس صنف کی ترویج میں حصہ لیا جو براہِ راست ترقی پسند تحریک سے وابستہ نہیں تھے۔ ان ناولٹ نگاروں نے مواد، فن واسلوب اور تکنیک کے لحاظ سے گراں قدر اضافے کیے۔

سجاد ظہیر کے اسلوب اور موضوعاتِ جدید کے باعث ترقی پسند تحریک کے زیرِ اثر لکھنے والے ناولٹ نگاروں نے اس صنف کو آگے بڑھانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ان میں کرشن چندر، عصمت چغتائی، رتن ناتھ اشک، اشفاق احمد، قدرت اللہ شہاب وغیرہ کے نام شامل ہیں۔ جنھوں نے زندگی یا سماج کے کسی اہم مسئلہ کو لے کر اس کے مخصوص پہلوؤں کو اپنے اپنے ناولٹوں میں موضوع بنایا۔ ان قلم کاروں نے اس صنف کی ترویج میں حصہ لیا، جو براہِ راست اس تحریک سے وابستہ نہیں تھے۔ ان ناولٹ نگاروں نے مواد، فن واسلوب اور تکنیک کے لحاظ سے گراں قدر اضافے کیے۔ پروفیسر سید شفیق احمد اشرفی سجاد ظہیر کے ناولٹ "لندن کی ایک رات" کے مقدمہ کے عنوان

سے اپنے خیالات کااظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:سجاد ظہیر کا ناول یا ناولٹ لندن کی ایک رات، تکنیکی اور موضوعاتی اعتبار سے جس نوع کاناول ہے ،اردو فکشن کے سنجیدہ قارئین کم و بیش اس سے واقف ہیں۔اس کے مطالعے سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ اس طرح کا ناول اچانک علاحدگی(Isolation)میں جنم نہیں لے سکتا۔اس کی پشت پر اُردو کے افسانوی ادب کا مضبوط پس منظرتو ہے ہی، نیز مغرب کے فکشن کے اثرات بھی آسانی سے تلاش کیے جاسکتے ہیں۔[4]

ڈپٹی نذیراحمدسے پریم چنداوردیگرکئی ناولٹ نگاروں نے اپنے انفرادی نقطہ ء نظراورخاص مقصد کے تحت کسی نہ کسی تحریک سے وابستگی کو برقراررکھا اور معاشرے میں بڑھتی ہوئی خرابیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کے خلاف آوازبلند کی۔ان تمام مسائل اورحالات کوپیش کرنے کے لیے انھوں نے ناولٹ کا سہارا لیااوریوں اس دورمیں ناولٹ کی باقاعدہ داغ بیل پڑی، جس میں معاشرتی اورتہذیبی حالات کی عکس بندی کو اہمیت دی گئی۔

ندیم قاسمی کاناولٹ"اس رستے پر"وادی سون سکیسر کے گاوں میں وقوع پذیرہونے والی کہانی ہے۔ جہاں کی دیہی فضااور سادہ مقامی ماحول میں بھی عالمی جنگ کی ہیبت کے ہوتے ہوئے،تیزی سے پروان چڑھتی تحریکِ آزادی کا جوش وجذبہ،قیامِ پاکستان کے لیے جدوجہداوراستحکام پاکستان کے سلسلے کی آرزوں اورکوشش کے کئی رنگ اکٹھے ہوگئے ہیں۔اس ناولٹ میں ہماری تاریخ،سیاست،معیشت، معاشرت اورثقافت کے ہمراہ جذبہ محبت کے کئی پراثررُخ بہت خوبی اورمہارت سے روشن کیے گئے ہیں۔

ڈاکٹر ناہید قاسمی، احمدندیم قاسمی کے ناولٹ"اُس رستے پر"کے حوالے سے بات کرتے ہوئے ندیم قاسمی کو ان چندلوگوں میں شمار کرتی ہیں جواپنے نظریے، انسان دوستی،فن شناسی ، عقائداوروطن سے محبت کو فوقیت دیتے ہیں۔جس کے لیے انھوں نے کسی طرح کا سمجھوتہ نہ کیا۔ان کی یہی جرات، خودداری ،خلوصِ نیت اور عزتِ نفس کا اور سچے فنکار، حقیقی شاعر وادیب ہونے کاثبوت ہے۔ جس کی مثال ان کے اس ناولٹ میں کچھ یوں ملتی ہے:

> "احمدندیم قاسمی نے یہ ناولٹ1950ءکی دہائی میں لکھا تھا۔یہ مختصرہے لیکن اپنے اندر وسیع موضوع سمیٹے ہے۔ اس میں فروغِ خیر، احترامِ انسانیت، حصولِ امن وانصاف،تحفظ،اقدار، جدوجہدوترقی،خودمختاری، آزادیِ اظہاراور محبت وہمدردی کے نکھار کے لیے جانے والی خواہشوں اورکوششوں پر مصنف کی بھرپورتوجہ ہے ۔وہ آزادیوں کے ساتھ ہی حقوق و فرائض کی اہمیت کونظرانداز نہیں کرتا۔برصغیر کے اس دوردرازعلاقے میں بھی اس وقت کی عالمی،سیاسی،معاشی اور سماجی اضطراب کی صورتحال، جنگِ عظیم کے اثرات اورملکی اتارچڑھاؤ کی لہریں پہنچ رہی تھیں۔"[5]

قدرت اللہ شہاب کاشمار اردوناولٹ نگاروں کی اس صف میں ہوتا ہے جوبرملاوبرجستہ لکھنے کے عادی ہیں ۔ وہ بات کو گھماپھرا کر کہنے کے عادی نہیں بلکہ دوٹوک اورصاف الفاظ میں سچی اورکھری بات ببانگِ دہل کہہ دیتے ہیں۔دوسرا وہ بذاتِ خود ان واقعات کے چشم دیدگواہ اورکچھ میں تو شریکِ جرم بھی تھے ،ایسے سب حالات

و واقعات کو انھوں نے بغیر تصنع اور لگی لپٹی کے صفحہ قرطاس کی زینت بنایا ہے ۔جس میں معاشرے میں کئی ایسے کرداروں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے جو عوام الناس کی نگاہوں سے عموماًاو جھل رہتے ہیں۔ایک اور جگہ قدرت اللہ شہاب یوں گویاہیں:

”جب صبح صادق کی پو پھوٹی تو مہاجرخانے کے میدان میں ایک مرمریں مجسمہ چاندی کی طرح جھلملایا۔ یہ اس جوان عورت کا برہنہ جسم تھا جس نے اپنے کپڑوں میں اپنی مرتی ہوئی بچی کو لپیٹ لیا تھا۔ اس کے بے جان سے سینے سے اس کی بچی کی لاش یوں چمٹی ہوئی تھی جیسے ابھی ابھی دودھ پینے لگی ہو۔معلوم ہوتا تھا کہ کسی بڑے فنکار نے مرمر کوتراش کر یہ خوبصورت بت بنائے ہیں۔ [6]

پاکستانی معاشرے میں اس موضوع پر لکھنے والوں کوبھی کڑی تنقید کا سامناکرناپڑا۔اس کی ایک نظیرسعادت حسن منٹو ہیں جنھوں نے عورتوں کے ایسے مسائل کوکھلے بندوں بیان کیا ہے۔اس تناظرمیں سعادت حسن منٹو اپنے خیالات کااظہارکچھ یوں کرتے ہیں:

”جب ہر عورت اپنی مرضی پر وحشیابن سکتی ہے اور ایک لائسنس لے کر جسم فروشی کرسکتی ہے ،جب یہ تجارت قانوناً جائز ہے تو اس کے متعلق ہم بات چیت کیوں نہیں کرسکتے؟۔" [7]

ڈاکٹرمرزاابراہیم بیگ خاطرغزنوی کے نام سے اردوادب میں اپنی شناخت اور پہچان رکھتے ہیں ۔ان کا تعلق خیبر پختونخوا سے تھا۔ان کامعروف ناولٹ” پھول اورپتھر"1952ءمیں شائع ہوا۔ ناولٹ کے دومرکزی کرداروں آدم خان اور گل مخے کی محبت اورغیرت کی واردات کوبڑے سلیقے سے قلمبند کیاہے ۔اس کے ساتھ ساتھ قبائلی رسوم و رواج کو بھی ناولٹ کا موضوع بنایا گیا ہے۔جس کی ایک جھلک وہ کچھ یوں پیش کرتے ہیں:

”گل مخے والدین کے انتقال کے بعد اپنے بھائی گل زریں کے ساتھ رہتی ہے ۔دونوں کاذریعہ معاش کھیتی باڑی اوردستکاری ہے۔ گل مخے اپنی خوبصورتی کے باعث پورے علاقے میں مشہور ہے۔آدم خان خوش گلوہونے کے ساتھ ساتھ بدمزاج بھی تھا۔ایک روز اس کا جھگڑاگل زرین سے ہوجاتاہے۔" [8]

اے حمیدنے” پیلااداس چاند“کے عنوان سے لکھے گئے ناولٹ میں قیامِ پاکستان کے بعد بے سہاراعورتوں پرہونے والے جنسی مظالم کو اپنی تحریروں کاموضوع بنایا۔ یہ کہانی ایک کردارکی نہیں بلکہ آزادی کے بعدایسی سینکڑوں عورتوں بالخصوص لڑکیوں کی رودادہے جوآزادی سے قبل اپنے اہل وعیال کے ساتھ معزز انداز سے پرسکون زندگی گزاررہی ہوتی ہیں، لیکن آزادی کے بے آسرااوربے سہارا ہوکر دردرکی ٹھوکریں کھانے پر مجبورہوجاتی ہیں۔ان واقعات کی منظرکشی کرتے ہوئے اے حمیدرقمطرازہیں:جن کنوارے بدن کو ہوس نماانسان پرست گدھوں نے زبردستی نوچناشروع کردیا۔وہ لڑکیاں جو گھروں کی عزت کہلواتی تھیں ۔آج ذلت و رسوائی کے ساتھ طوائف کی زندگی گزارنے پر مجبورکر دی گئیں۔زیتون جو قدیر کو اندھیری رات میں گلی کے درمیان کھڑی ملتی ہے ۔کبیر اُسے گھر لے آتا ہے ۔ہم بستری کی وجہ سے وہ اسے اپنے گھر کافرد بنانے سے قاصررہتا ہے۔" [9]

خواتین ناولٹ نگاروں نے نسائی مسائل کے حوالے سے قلم فرسائی کی تو ان مسائل کو اجاگر کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ان خواتین میں سب سے پہلے عصمت چغتائی کا نام آتا ہے عصمت چغتائی اپنے جداگانہ اسلوب کی وجہ سے خاص اہمیت رکھتی ہیں۔

ناولٹ نگاری کے میدان میں اگر موضوع اور فن کی بات کی جائے تو اس اعتبار سے عصمت چغتائی اپنے جداگانہ اسلوب کی وجہ سے کلیدی حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ پہلی خاتون ناولٹ نگار ہیں جنھوں نے ناولٹ نگاری کے ارتقاء میں اہم خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان کے ناولٹ دراصل سماج و معاشرے میں ہورہی طبقاتی کشمکش بالخصوص مسلم معاشرے کی لڑکیوں کے ذہن میں پیدا ہونے والے مسائل اور جنسی جذبات کی حقیقی ترجمانی کرتے ہیں۔ جن کا استحصال مذہب اور فرسودہ رسومات وروایات کے نام پر کیا جاتا ہے ۔ ان کا مشہور ناولٹ "ضدی" ہے جو 1970ء میں شائع ہوا ۔جس سے ایک پیراگراف پیش خدمت ہیں ۔جس میں ان کے فنِ ناولٹ نگاری کا پتہ لگانے میں معاونت لی جاسکتی ہے۔ اپنے ناولٹ میں " ضدی "میں بعنوان" دیورانی" میں وہ لکھتی ہیں:

> "دیور جتنا چٹپٹا لفظ ہے اتنا ہی دیورانی سوکھا سا کھا۔جب تک دیورانی نہیں آتی ،بھابھی ہی گھر کی رانی ہوتی ہے اور دیور جی کی دلچسپی کا مرکز!ادھر آئی دیورانی ،ادھر چلا دیور، اب وہ ہر بات آکر بھابھی ہی کے کان میں نہیں کہتا بلکہ چپکے چپکے اپنی رانی سے بھابھی کی شکایتیں سن سن کر زہریلا کانٹا بنتا جاتا ہے ۔وہی بھابھی جسے دیکھے بنا کھانا کڑوا لگے۔جسے رُلانے میں مزہ ملے اور روٹھنے پر گلے میں بانہیں ڈالنے کو ملیں ۔جب رانی آجاتی ہے تو نمستے بھابھی جی رہ جاتی ہے۔"[10]

خواتین ناولٹ نگاروں کی اس صف میں ممتاز شیریں کو منفرد مقام حاصل ہے۔ان کا ناول "میگھ ملہار "انسانی زندگی، اس کی اہمیت اور اس جیسے دیگر موضوعات کا احاطہ کرتا ہے۔اس تناظر میں درج ذیل اقتباس ملاحظہ کیجئے:"ممتاز شیریں نے اس ناولٹ کے موضوع میں مصنفہ نے شادی شدہ عورتوں کے ان مسائل کی نشاندہی کی ہے جو عام طور پر اپنی گھریلو زندگی سے غیر مطمئن جنسی طور پر اپنے جذبات واحساسات کو قربان کر دینا ہی اپنا فرض سمجھتی ہیں۔ان خواتین میں زیادہ تعداد ان مشرقی عورتوں کی ہے جنھوں نے نہایت ایمانداری سے مشرقی روایات کی پاسداری کرتے ہوئے کسی بھی قربانی سے گریز نہیں کیا۔ نتیجتاً ان کی جنسی خواہشات کی تکمیل ادھوری اور نامکمل رہ جاتی ہے اور یوں وہ معاشرے کے دیگر افراد کے ساتھ تعلقات استوار کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ایسی لڑکیوں کی شادیاں والدین معاشی مسائل کی زیادتی اور وسائل کی قلت کے سبب ان سے زیادہ عمر کے مردوں کے ساتھ کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔"[11] سی ڈگر پر چلتے ہوئے نوجوان ناولٹ نگار سیما علی عابدی نے اپنے ناولٹ "امتحانوں کی راتیں "میں اپنے معاشرے میں خواتین کے ساتھ پیش آنے والے واقعات اور خصوصاً پدرشاہانہ معاشرے میں مردوں کی اجارہ داری کا کھلے بندوں اعتراف کیا ہے۔ ان کے مطابق عہدِ حاضر میں اسلامی روایات واقدار کے برخلاف ہمارے معاشرے پر ہندوستانی تہذیب ومعاشرت کے آج بھی گہرے اثرات پائے جاتے ہیں۔جہاں آج بھی فرسودہ رسومات اور قبیح عقائد کے پرچار کی کوئی نہ کوئی صورت اپنے

اردگرد دیکھنے کو مل ہی جاتی ہے۔ ایسی ہی صورتحال کی عکس بندی کرتے ہوئے سیما علی عابدی رقمطراز ہیں:اب شاہ جی، ابو،امی اورآصف بھائی اورمیں میرے کمرے میں موجودتھے۔بزرگ نے امی کواورمجھے اپنے بستر پربیٹھنے کو کہا۔جب ہم دونوں بیڈپربیٹھ گئے توشاہ جی نے بیڈکے گردایک حصار کھینچ دیا۔ وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتے جاتے اورانگلی کے اشارے سے بیڈ کے گرد داءرے بناتے جاتے۔اس سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے کچھ پڑھا اورمجھ پرپھونک ماری ۔پھونک کامجھ پرپڑنا ہی تھا کہ مجھے جیسے ہوش آگیا۔ پھر سے اپنا کمرہ اپنااپنا سالگنے لگا تھا۔میں غورسے شاہ کی حرکات و سکنات کودیکھنے لگی۔اب انھوں نے ابو اورآصف بھائی کوفرش پربٹھایا اوران کے گردحصار کھینچنے لگے اورپھر خود بھی فرش پربیٹھ گئے اوراپنے گرد بھی حصار کھینچنے لگے۔پتہ نہیں کیا ہونے والا تھا۔[12]

زیب النساءزیبی نے اپنے ناولٹ کا موضوع اپنے معاشرے کی عورت کوبنایا ہے۔ انھوں نے عورت ہونے کے ناطے اپنی ہم جنس کی نفسیات کو بخوبی سمجھا اور اس پرقلم فرسائی کرتے ہوئے عورت کے معاشرے میں مقام ومرتبہ کاذکرکیا ہے۔ان کے مطابق کسی بھی گھر یامعاشرے کی تعمیروترقی میں عورت کا بنیادی کردار ہے۔کسی بھی گھر کی تشکیل میں عورت کے کرداراوراہمیت سے کسی کو انکارنہیں، تاہم یہی عورت کسی بھی معاشرے کے ماحول میں بگاڑکی اہم وجہ بھی سمجھی جاتی ہے۔غرضیکہ تہذیب وثقافت کے پروان چڑھنے اور اس کے انحطاط میں عورت کااتنا ہی حصہ ہے جتنا کہ کسی مرد کا۔اپنے ناولٹ"عکسِ زندگی"میں اس تناظرمیں زیب النساءرقمطرازہیں:

"زبیدہ کی سوتیلی والدہ اپنی زبان کے ذریعے اس کی روح کو زخمی کرتی رہتی۔جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ زبیدہ ہمیشہ کے لیے گھر سے نکل گئی اورپھر یہی زبیدہ جب اماں زبیدہ کاروپ اختیار کرگئی تو اپنی منجھلی بیٹی کے ساتھ بدزبانی پراترآئی ۔ جس کے اثرات دیگر بیٹیوں کے رشتے نہ آنے کی صورت میں پورے خاندان کو بھگتنا پڑے۔"[13]

قراۃ العین حیدر کے ناولٹ"ہاؤسنگ سوسائٹی"کی کہانی آزادی سے قبل ہندوستان سے شروع ہوکر نوزائیدہ مملکت خداداد پر ختم ہوتی ہے۔" فاختہ"مستنصر حسین تارڑکااولین ناولٹ جو ماسکو میںWord Youth Festival کے پس منظرمیں لکھاگیا۔یہ ناولٹ1972ءمیں شائع ہوا۔ اس کے اشتہار کے تناظرمیں جوانتظامیہ کی طرف سے شائع کیا گیا، تارڑخود لکھتے ہیں:

"اگرآپ کی عمر پچیس سال سے کم ہے اور آپ عالمی امن اور بھائی چارے کے اعلیٰ وارفع مقاصدپر صدق دل سے یقین رکھتے ہیں تو میلے میں شمولیت کے لیے مندرجہ ذیل پتہ پر درخواست روانہ کیجیے۔"[14]

عبداللہ حسین کا ناولٹ"ندی"1948ءمیں شائع ہوا۔ان کا یہ ناولٹ ادبی دنیا میں دن دگنی اوررات چگنی ترقی کا سبب بنا۔اس کی بنت اور موضوع کو جاننے کے لیے ناولٹ ہذاسے ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے:

"وہ دیر تک اس کی پشت تھپتھپاتے رہے۔ کچھ دیر بعد اس نے آنسوؤں سے بھیگا ہوا چہرہ اوپر اٹھایا تو پاپا نے دونوں ہاتھوں سے اس کے چہرے کا کٹورہ سابنایا اورپیشانی چوم لی[15]

اُردوناولٹ نگاری کی تاریخ میں ایک اہم نام محمدالیاس کاہے جنھوں نے اپنے اسپ قلم کی جولانیاں افسانوں، ناولوں اور ناولٹ میں بڑے بھرپوراورمرصع اندازمیں دکھائی ہیں۔ ان کے ہاں اپنے اردگرد کے ماحول کی عکاسی کرتے ہوئے اس میں ذات کے کرب کی جھلک کوواضح طورپردکھانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ وہ پاکستانی معاشرے میں پائے جانے والے انتشار،بے راہ روی اور اخلاقی و سماجی برائیوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اسے اپنے ناولٹ میں گہری تنقید کانشانہ بناتے ہیں۔ان کی افسانوی تصنیف"سرخ گلاب "میں موجود ناولٹ بعنوان"رنگِ سُرخا"ایک سبق آموز ناولٹ ہے۔جس میں انھوں نے معاشرے کے کئی مسائل کو اجاگر کرتے ہوئے انھیں ہدفِ تنقید بنایا ہے۔ جس کا عکس ان کے متذکرہ ناولٹ کے ایک اقتباس میں کچھ دکھائی دیتا ہے:

"پچھلے ہفتے اتفاقاً ایک روز ظفر نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے نیچے کوڑے دان کی طرف نگاہ ڈالی اور جو کھلی آنکھوں سے دیکھا ۔وہ انسانی معاشرے میں انسانیت کی تذلیل کا ایسا دلخراش منظرتھا کہ کوئی بھی باضمیر انسان نظرانداز کرنے کو درکار بے حسی اور ڈھٹائی کا وافر مادہ بمشکل ہی بہم پہنچاسکتا ۔ صبح کے اجالے میں صاف دکھائی دیا کہ میلے کچیلے جابجا پھٹے ہوئے لباس میں سانولی رنگت کا انتہائی سوکھا کھڑنگ بوڑھا پلاسٹک کے شاپنگ بیگ میں سے روٹیوں کے ٹکڑے نکال کر کھا رہا ہے۔ اس ملک کے ایسے ہی بے شمار غریب لوگ ایسی ہی بچی کھچی خوراک سے پیٹ کا دوزخ بھرتے ہیں۔[16]

جدیدناولٹ نگارمحمدالیاس کاناولٹ"مایا کومایا ملے"2020ءمیں سنگ میل پبلی کیشنزلاہورسے شائع ہوا۔جس کا انتساب انھوں نے معاشرے کے غریب وپسماندہ اورپسے ہوئے طبقات کی نام کیا ہے ۔ ان افراد میں عام مزدورجودیہاڑی دار طبقہ میں شمارہوتے ہیں جن میں موچی اورنائی شامل ہیں کے نام کرنے کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ وہ محمدالیاس معاشرے کے پسے ہوئے طبقات کی نماۂندگی کاحق اداکرنے کی بھرپورکوشش کررہے ہیں۔ ان کا یہ ناولٹ بھی ایسے ہی کرداروں کے گردگھومتا ہے ۔ اس ناولٹ سے ایک اقتباس دیکھتے ہیں:

"میراخون کھول اٹھا۔سب امیر حرام زادوں نے اپنے گھرکے پچھواڑوں سے گزرتے سنڈاس پرنالوں کی نالیاں ہم غریبوں کے گھروں کی بیرونی دیواروں سے جڑ کے بہتی بڑی نالی میں ڈال رکھی تھیں۔تین چار فٹ کی تنگ گلی کے فرش کی

دالان بھی ہماری طرف تھی۔اپنے گھروں کا گند ہماری طرف بہا کر ہمیں بھی گندا ہونے کاالزام دیا کرتے۔[17]

محمد الیاس نے اپنے ارد گرد کے معاشرے میں رہنے والے غریب اورامیر لوگوں کے مزاجوں اورعادات سے پردہ اتار پھینکا ہے۔انھوں نے معاشرے کے غریب افراد کی دادرسی کرتے ہوئے ان کے حالاتِ زندگی کو حقیقت نگاری کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔

نتائج بحث:

اس تجزیے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جنگِ آزادی 1857ء کی ناکامی سے لے کر 1936ء تک کے ہندوستان کی ادبی تاریخ کا جائزہ لینے پر اس امر کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ اردو ناولٹ میں بھی معاشی اور معاشرتی مسائل کی جھلکیاں موجود ہیں۔ مثلاً احمد ندیم قاسمی کا ناولٹ "اس رستے پر" وادیِ سون سکیسر کے گاؤں میں وقوع پذیر ہونے والی کہانی ہے۔اس میں ہمیں تاریخ، سیاست، معاشرت اور ثقافت کے مسائل نظر آتے ہیں۔قدرت اللہ شہاب نے اپنے ناولٹ "یاخدا" میں تقسیم ہندوستان اور قیامِ پاکستان کے چشم دید اور دلدوز سماجی و معاشرتی واقعات کی عکاسی ملتی ہے۔اسی طرح سعادت حسن منٹو نے عورتوں کے مسائل اور سماج میں ان پر غیر اخلاقی و غیر ضروری جبر پر کھلے عام بات کی ہے۔ خیبر پختونخواہ سے تعلق رکھنے والے خاطر غزنوی نے اپنے ناولٹ "پھول اور پتھر" میں قبائلی رسم ورواج اور محبت و غیرت کو بڑے سلیقے سے قلم بند کیا ہے۔جدید لکھاریوں میں سے اے حمید کا "پیلا اداس چاند" قیامِ پاکستان کے بعد بے سہارا عورتوں پر ہونے والے جنسی مظالم کی خوبصورت عکاسی کی ہے۔نسائی مسائل کے بیان کے حوالے سے عصمت چغتائی اور ممتاز شیریں کے نام اہم ہیں۔ عصمت چغتائی کا مشہور ناولٹ "ضدی" اور ممتاز شیریں کا "میگھ ملہار" شہرت رکھتے ہیں۔قراۃ العین حیدر کا ناولٹ "ہاؤسنگ سوسائٹی" تقسیم سے لے کر قیامِ پاکستان کے کئی اہم معاشی اور معاشرتی مسائل پر مشتمل ہے۔

References

[1] Academic american ‹encyclopedia, 1934 (1st edition) v.2, p 231
[2] Wazir Agha, Dr., "*Navlet ka Masla* ", Mushmoola, Mahkar navelt No., (New Delhi: Press, 1991), 81.
[3] The Oxfored *English Dictionary,* 1989, (2nd Edition) 565
[4] Syed Shafique Ahmad Ashrafi, Professor, *London ki aik raat,* (Karachi: Insha, July-December 2015 shumara), 76-78-88,
[5] Ahmed Nadeem Qasmi, "*us rasty per*" pesh lafz: Mashmoola, Zabt ki Deewar, (Lahore: Gora Publisher,1959) 11-12.
[6] Qudrat ullah shahab, " *Ya Khuda*", (Lahore: Sange Meel Publications 2017), 09.
[7] Manto Saadat Hassan, mashmoola, wazahat hussain rizvi, doctor*, urdu novelet ka tehqeeqi wa tanqeedi tajziya,* (Lakhnow: faizi art press 2001) 201
[8] Wazahat Hussain Rizvi, syed,doctor,Urdu Novelet hiyat, *asleeb or rujhanaat* (Lakhnow: Masiha Computer Center 2014) 126
[9] Ahmed Nadeem Qasmi, "us rasty per" pesh lafz: Mashmoola, *Zabt ki Deewar,* (Gora Publisher Lahore,1959) 11-12
[10] Ismat chughtai *ziddi,* (Lahore: Chowk Minar anar kali 1970) 94
[11] Muhammad Ilyas, not at all, (Lahore: sange meel punlications 2020) 101

[12] Seema Ali Abidi, *imtehano ki raaten,* (Lahore: sanjh publication 2018) 50
[13] Zaib Un Nisa Zebi, *Aks E Zindgi,* (Karachi: Zebi and Anzaar Publications 2014) 266
[14] Mustansar Hussain taarar, *fakhta,* (Lahore: al tehreer publicaions 1972) 08
[15] Abdullah Hussain, *ziddi,* (New Dehli: gola market darya ganj 1995) 57-63
[16] Muhammad Ilyas, (Lahore: rangraiz sange meel publications 2020) 299
[17] Muhammad Ilyas. Maya ko maya mily, (Lahore: sange meel publicaitons 2020) 51